REGD. No. L.5254

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فون نمبر ۲۹

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ

الفضل

ربوہ

یوم چہارشنبہ ۲ شعبان ۱۳۷۸ھ

فی پرچہ ۱ آنہ

جلد ۴۸/۱۳ | ۱۱ تبلیغ ۱۳۳۸ ھش ۱۱ فروری ۱۹۵۹ء | نمبر ۳۶

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۹ فروری۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع مظہر ہے کہ

"عام طور پر طبیعت اچھی ہے مگر ٹانگ کے درد کو مکمل آرام نہیں۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ موسم کے بدلنے پر آرام آجائیگا۔ مگر موسم کا تغیر ہونے پر بھی ابھی تک بائیں ران کی درد کو پورا آرام نہیں آیا۔ ذات کی تکلیف میں فرق ہے۔ چہرے سے ٹیس پڑنے لگی تھی۔ مگر اب دو دن سے آرام ہے"

احباب خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور کو جلد صحت یاب فرمائے اور اپنے فضل سے کام کرنے والی لمبی عمر عطا کرے۔ آمین

طالب علمی کے زمانے کو آئندہ زندگی کے حق میں ایک بنیاد کی حیثیت حاصل ہے

طلباء اس بنیاد کو مضبوط بنا کر دنیا میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے اہل بن سکتے ہیں

لائلپور کے کالجیٹ طلباء سے سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کا پُرمعارف خطاب

ربوہ ۹ فروری۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے کل صبح یہاں طلباء کی ایک کثیر جماعت سے خطاب کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ طالب علمی کا زمانہ انتہائی اہم زمانہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں طلبا خود اپنے ہاتھوں سے اپنی آئندہ زندگی کی بنیاد رکھتے۔ اور اس پر ایک نئی عمارت اٹھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر طلباء اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے زندگی کی بنیاد کو صحیح لائنوں پر استوار کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اور پھر اسے مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جائیں۔ تو وہ دنیا میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے اہل بن سکتے ہیں حتی کہ یہ امر بھی بعید نہیں۔ کہ وہ اپنے کارناموں سے دنیا کی تاریخ کا رُخ موڑ کر رکھ دیں۔ حضور ایدہ اللہ لائلپور کے متعدد کالجوں سے تعلق رکھنے والے ان طلباء سے خطاب فرما رہے تھے۔ جو جماعت احمدیہ کا مرکز دیکھنے اور حضور کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے کل صبح لائلپور سے یہاں پہونچے تھے۔

طالب علمی کا زمانہ اور اس کی اہمیت

صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر اور ربوہ کے تعلیمی ادارے دیکھنے کے بعد یہ سب طلباء گیارہ بجے کے قریب حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران ملاقات میں حضور نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا آپ لوگ طالب علم ہیں۔ آپ جس زمانے میں سے گزر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا زمانہ ہوتا ہے جس میں آئندہ زندگی کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس زمانے کی اہمیت اور قدر و قیمت کو سمجھنا اور اس کے مطابق اپنے اعمال و کردار کو بنانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اسی پر آئندہ ترقی کا تمام دارومدار ہے۔ بلکہ اگر آپ لوگ دیکھیں اور غور کریں تو آئندہ زندگی کی بنیاد بچپن سے ہی پڑنی شروع ہو جاتی ہے اگر بچپن میں نیک عادتیں ڈالی جائیں تو بڑے ہونے پر وہی عادتیں راسخ ہو کر انسان کو نیکی کی طرف مائل کرنے کا موجب بن جاتی ہیں اور اس طرح اس کی زندگی سنور جاتی ہے۔ برخلاف اسکے اگر بچپن سے ہی بُری عادتیں پڑ جائیں۔ تو بڑے ہو کر ان عادتوں کا ترک کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو عادتیں چھوٹی عمر میں گھر کر لیں۔ وہ بعد میں مشکل سے ہی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام میں بچے کی تربیت کا سلسلہ اس وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے کہ جب وہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ حکم ہے کہ جب بچہ پیدا ہو۔ تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔ پہلے لوگ اس بات کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اتنے سے بچے کے کان میں اذان وغیرہ دینا بے معنی ہے۔ لیکن اب سائیکالوجی نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ سب سے پہلے بچے کے کان کام کرنے لگتے ہیں۔ سو نوزائیدہ بچے کے کان میں اذان کہنے سے شریعت کی غرض یہ تھی کہ جب پہلے روز سے ہی یہ الفاظ بچے کے کانوں میں ڈالے جائیں گے تو ان الفاظ کا احترام ہمیشہ اس کے دل میں قائم رہے گا کیونکہ بڑا ہونے کے بعد جب بھی اسے یہ بتایا جائے گا۔ کہ تیرے پیدا ہونے پر تیرے کان میں یہ آواز ڈالی گئی تھی یقیناً ان الفاظ پر غور کرنے اور ان کے مفہوم کو سمجھنے کی طرف اسے رغبت پیدا ہوگی۔ اور اس طرح وہ ان باتوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے کی طرف مائل ہوتا ۲ چلا جائے گا۔ الغرض بچپن اور پھر طالب علمی کا زمانہ اس لحاظ سے انتہائی اہم ہوتا ہے کہ اس میں آئندہ زندگی کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

عقل و شعور اور زندگی کی بنیاد

سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جب کسی عمارت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ تو اس وقت باقاعدہ ایک تقریب منعقد کر کے بڑے بڑے لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔ اور بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ یہ سب اہتمام ظاہر کرتا ہے کہ لوگ ایک عمارت کی بنیاد کو بھی بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ آپ اپنے اس زمانہ طالب علمی میں جس عمارت کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اس کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ آپ جو بنیاد رکھ رہے ہیں وہ عقل و شعور اور زندگی و عمل کی بنیاد ہے۔ اس کے آگے اس بنیاد کی جو ٹی اور چونے سے اٹھائی جاتی ہے کوئی حیثیت نہیں۔ عقل و شعور اور زندگی و عمل

(باقی دیکھیں صفحہ ۸ پر)

سیرت صحابہؓ کے عظیم الشان جلسے میں

علماء سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر

ربوہ ۸ فروری ۱۹۵۹ء کو نماز مغرب کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ گول بازار کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں علمائے سلسلہ اور بعض دیگر احباب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار بزرگ اور مقرب صحابہؓ کے حالات زندگی اور سیرت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور اس امر پر خاص زور دیا کہ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے اندر وہی ایمان و اخلاص جذبۂ فدائیت اور بلند پایہ اوصاف پیدا کرنے چاہئیں۔ کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرۂ امتیاز تھے۔ جلسہ میں صدارت کے فرائض محترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے ادا فرمائے۔

تلاوت قرآن مجید کے بعد جو مکرم جناب خورشید احمد صاحب شاد نے کی، مکرم عبد السلام صاحب اختر نے صحابہؓ کی شان میں اپنی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ بعد ازاں مکرم عبد العزیز صاحب زعیم مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ گول بازار نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا وہ روح پرور پیغام پڑھ کر سنایا جو حضرت میاں صاحب موصوف نے خاص اس جلسہ کے لئے لاہور سے ارسال فرمایا تھا

(باقی دیکھیں صفحہ ۸ پر)

مسعود احمد پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی۔ اے

روزنامہ الفضل ربوہ

مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۵۹ء

اسلامی طریق

اسلامی اخلاقیات کا طریق کار دوسرے قدیم مذاہب کی طرح تحکمانہ نہیں ہے۔ بلکہ داہبرانہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے قدیم مذاہب میں جو احکام دیئے گئے ہیں۔ نہ تو ان کی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ اور نہ ہی وہ سہل طریقے بتائے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان ان احکام کی پابندی کرنے میں راہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً تورات میں جو دس احکام دیئے گئے ہیں۔ وہ جیسا کہ انگریزی میں کہتے ہیں۔ ڈاگ میٹک Dog matic طریق سے دیئے گئے ہیں۔ یعنی تو یہ نہ کر اور یہ کر۔ اور بس۔ لیکن اسلام ایک برے فعل کی برائیاں اور اچھے فعل کی اچھائیاں کھول کر بیان کرتا ہے اس کے کرنے یا نہ کرنے کے وجوہات بتاتا ہے۔ اور ان کے نتائج پر روشنی ڈالتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام ہمارے اعمال کے صرف اخروی دنیا کے نتائج کی طرف ہی توجہ نہیں دلاتا۔ بلکہ دنیوی علل کو بھی اپیل کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اس سے ہماری انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی پر کیا اثر پڑے گا۔

اس سے بھی بڑھ کر اسلام ہمیں برے افعال پر قابو پانے اور نیک اعمال بجالانے کے سہل طریقے بھی بتاتا ہے۔ اور گناہ کے مبادیات کی نگرانی کرتا ہے۔ مثلاً جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "کشتی نوح" میں فرمایا ہے۔ انجیل کی تعلیم تو یہ ہے کہ کسی عورت پر بری نظر نہ ڈال۔ بظاہر یہ بات کافی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ ان لوگوں کے لئے تو شائد ممکن ہے۔ جو زہد و تقوےٰ کے عالی مقام پر پہنچے ہوئے ہوں۔ حالانکہ ایسے لوگ خال خال ہی ہوتے ہیں۔ اور ان کے بھی بعض وقت پھسل جانے کا امکان ہے لیکن عام لوگوں کے لئے تو اتنا حکم کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا۔

سوال یہ ہے کہ ایسے کتنے مرد ہیں جو ایک نہایت حسین عورت کو دیکھ کر اپنے دل کو قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ محض شاعری کر دینا اور بات ہے۔ لیکن حقائق کی دنیا میں ایسے حکم پر عمل کرنا خالہ جی کا گھر نہیں۔ اس لئے اسلام نہ صرف زناکاری کی برائیاں بتاتا ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ تو کسی عورت کے چہرے پر اچھی یا بری قطعاً نظر نہ ڈال۔ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف مرد بلکہ عورت بھی جب ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو اپنی نظریں نیچی کر لیں۔ ایک دوسرے کے چہرے پر نگاہ ہی نہ ڈالیں وہ صرف ایسا کرنے کے لئے مرد ہی کو ہدایت نہیں کرتا۔ بلکہ عورت کو بھی یہی ہدایت کرتا ہے۔ اور مزید وہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ عورتیں کھلے منہ مردوں سے ملیں ہی نہیں۔ پردہ کریں۔ یہ بھی عین فطرت کے مطابق ہے۔ اور ایسا حکم صرف انسانی فطرت کا بنانیوالا ہی دے سکتا ہے۔ جس نے مرد اور عورت کی فطرت میں یہ باریک فرق رکھا ہے کہ مرد جلد بھڑک اٹھتا ہے۔ اس لئے اس نے مرد کو تو صرف یہ حکم دیا ہے۔ کہ اپنی نظر جھکا لے۔ اور عورت کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ نظر بھی جھکالے اور پردہ بھی کرے۔

اس وقت پردہ کے متعلق بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم صرف یہاں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اسلام نے گناہ کے راستوں کو کس طرح مسدود کیا ہے۔ اس طرح معاشرہ کے بدترین گناہ یعنی زناکاری سے کس پر حکمت اور سہل طریق سے انسان نجات پا سکتا ہے۔ اور اس طرح اسلامی معاشرہ سے زناکاری کو کس طرح جڑ سے اکھاڑ دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے خلاف ہم آج یورپ وغیرہ عیسائی ملکوں میں جو بے باکیاں اور بدکرداریاں دیکھتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ ان کو انجیل میں جو حکم دیا گیا ہے۔ وہ زاہدان میرتاض کے لئے تو شائد کچھ کار آمد ہو۔ مگر عام معاشرہ کی پاکیزگی قائم رکھنے کے لئے بہت ہی ناکافی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی یورپ کی تقلید کی وجہ سے بے باکیوں کی بیماری راہ پا گئی ہے۔ لیکن یہ امر بھی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ معاشرہ کو جرم و گناہ سے پاک رکھنے کے لئے صرف اسلامی طریق کار ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جب تک مسلمان اقوام اس طریق کار پر عامل رہی ہیں۔ ان کا معاشرہ پاکیزگی کے لحاظ سے مثالی رہا ہے جس کے آج بھی آثار موجود ہیں۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج مسلمان اقوام بھی یورپ اور بعض دوسری غیر مسلم اقوام کی تقلید میں ترقی و ثقافت وغیرہ کے پردے میں نہ صرف اسلامی طریق کار کو خیرباد کہہ رہی ہیں۔ بلکہ گناہ کے سمندر میں بے تحاشا چھلانگیں لگا رہی ہیں۔ چنانچہ مسلمان عورتیں نہ صرف یہ کہ پردہ ترک کر رہی ہیں۔ بلکہ رقص و سرود کی محفلوں کی بھی زینت بننے لگی ہیں۔ اور نہ صرف مسلمان اقوام میں پردہ کے خلاف تحریکیں پیدا ہو رہی ہیں۔ بلکہ رقص و سرود کی محفلوں میں عورتوں کے داخلہ کو لازمی قرار دیا جا رہا ہے ذیل میں ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

"گزشتہ ہفتے کل ملایا اسلامک ایسوسی ایشن کا ایک اجلاس ہوا جس میں یہ قرارداد پاس کی گئی۔ کہ ملایا کے حکمرانوں کو مغربی طرز کے رقص میں حصہ لینا نہیں چاہیئے۔ اس قرارداد میں مسلمانوں اور ملایا کے دوسرے حکمرانوں سے اپیل کی گئی ہے۔ کہ وہ نہ خود مغربی طرز کے رقص میں شریک ہوں اور نہ اپنی بیویوں کو شریک ہونے دیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ملایا کی کابینہ کے وزراء کی بیویوں میں اس قرارداد پر ٹھن گئی ہے۔ بعض بیویاں کہتی ہیں۔ کہ ہم رقص کریں گی۔ اور ضرور کریں گی۔ اور بعض کہتی ہیں کہ مغربی رقص "غیر اسلامی" اور غیر مشرقی ہے۔ اور اس "اتحادی تفریح" کی حوصلہ افزائی قطعاً نہیں ہونی چاہیئے۔ ملایا کے وزیر زراعت کی بیوی پچے شاہیا نے کہا ہے۔ کہ مغربی رقص انتہائی بیہودگی ہے۔ اور کم از کم مسلمان خواتین کو اس میں شامل ہونے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ دوسری طرف وزیر تعمیرات چے سعدیہ کی بیوی نہایت چراغ پا ہیں اور آستینیں چڑھا کر میدان میں اتر آئی ہیں۔ اور ان کا کہنا ہے کہ دیکھوں تو کون روکتا ہے مجھے رقص کرنے سے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ "ہم اب جدید اور دمبدم بدلنے والی دنیا میں رہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس سے زیادہ اہم چیزوں پر توجہ کریں۔ میں نہیں سمجھتی کہ رقص کرنے میں کوئی خرابی ہے۔" عورتوں کے اس جھگڑے میں کچھ زن مرید قسم کے مرد بھی تشریف فرما تھے۔ چنانچہ قدرتی وسائل کے وزیر رحمان بن شمس الدین نے نہایت خوشدلانہ انداز میں ہاں میں ہاں ملائی اور فرمایا "آخر مغربی رقص میں خرابی کیا ہے؟ فاکس ٹراٹ اور والز ثقافتی قسم کے ناچ ہیں۔ اور ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔" اب دیکھنا یہ ہے کہ رقص کے اس "مخلوط" جھگڑے میں کون تگنی کا ناچ ناچتا ہے بیویاں یا شوہر۔ ایک بیوی کا یہ استدلال نہایت مضحکہ خیز ہے۔ کہ مغربی رقص غیر اسلامی ہے۔ گویا اسلامی رقص بھی کوئی شے ہے۔"

(تسنیم لاہور ۹ر فروری)

یہ حال ملایا کا ہی نہیں بلکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک

(باقی دیکھیں صہ ۸ پر)

"یوم مصلح موعود" ایدہ اللہ

اور

وقفِ جدید

۲۰ر فروری کو جماعت ہائے احمدیہ "مصلح موعود" کا مبارک دن منا رہی ہیں "وقفِ جدید" بھی مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے مبارک اور اہم کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے۔

اس لئے امراء کرام اور عہدیداران کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ وہ یوم مصلح موعود کی مبارک تقریب میں احباب جماعت پر اس تحریک کی اہمیت واضح فرمائیں۔ اور کوشش فرمائیں کہ تمام دوست "وقفِ جدید" میں شامل ہو جائیں۔ نیز اس دن یہ اہتمام بھی کیا جائے۔ کہ پوری طرح کوشش کر کے اپنی جماعتوں کے وعدے مکمل کر کے دفتر وقف جدید میں بھجدیں۔ اور کوئی فرد ایسا نہ رہے۔ جو اس تحریک میں شامل نہ ہو۔

(انچارج دفتر وقف جدید ربوہ)

مقامِ سُنّت و حدیث

قرآن مجید کی روشنی میں

تقریر محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء

(قسط نمبر ۳)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا مقام یوں بیان فرماتا ہے:-

لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (بقرہ: ۱۴۳)

کہ تم لوگوں پر گواہ اور نگران ہو اور رسول تم پر گواہ اور نگران ہے۔ گویا رسول کی تاثیراتِ قدسیہ کا ظہور اس کے متبعین میں ہوتا ہے۔ جو کلام الٰہی پر ایمان لاتے اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ لوگ دوسرے سب لوگوں پر حجت بن جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسول کی پیروی کے نتیجہ میں روحانی رنگ حاصل کر کے اس کی صداقت پر گواہ ہو جاتے ہیں۔

ہر نبی کی پیروی مومنوں پر فرض ہوتی رہی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل ہیں۔ ہمیشہ کے لئے اور سب قوموں کے لئے زندہ نبی ہیں اسلئے آپ کی پیروی سب انسانوں پر تمام زمانوں میں فرض قرار پا گئی ہے۔ اور یہی خدا کی محبت کو حاصل کرنے کا ذریعہ مقرر کر دی گئی ہے۔

ہر اُمّت کے لئے اس کے نبی کی زندگی اور اس کا نمونہ طریق عمل ہوتا ہے۔ وہ گویا اس قانونِ شریعت کی عملی تفسیر ہوتا ہے جو وہ خدا کی طرف سے لوگوں کے لئے لاتا ہے۔ فرمایا:-

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (المائدہ: ۴۸)

یعنی ہم نے سب اُمتوں کے لئے شریعت اور منہاج قائم کیا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عالمگیر شریعت لائے تھے اسلئے آپ کا اسوہ حسنہ بھی عالمگیر اور دائمی ہے۔

آج کی تقریر کا عنوان سُنّت اور حدیث کا مقام قرار دیا گیا ہے اسلئے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ سنت اور حدیث کی تعریف کیا ہے؟

لغت کے رُو سے سُنّت راستے اور طریق کو کہتے ہیں۔ اور حدیث کے معنے بات اور قول کے ہیں۔ اصطلاح میں سُنّت سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل ہوتا ہے۔ اور حدیث سے مراد آپ کی باتیں اور اقوال۔

پہلے علماء نے بالعموم سُنّت اور حدیث کا ایک ہی مفہوم قرار دیا ہے اور ہر دو الفاظ کا اطلاق احادیث نبویہ پر کیا ہے۔

احادیث کی ترتیب و تدوین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے کافی عرصہ بعد ہوئی ہے۔ اور مختلف راویوں کے ذریعہ سے یہ حدیثیں ان بزرگوں تک پہنچی ہیں۔ جنہوں نے انہیں مدوّن شکل میں کتابی صورت میں اُمّت کے سامنے پیش کیا ہے۔ مؤطّا امام مالکؒ جو کتب احادیث میں سے قدیم ترین کتاب ہمارے سامنے ہے اس کا زمانہ تدوین دوسری صدی ہجری کا وسط ہے۔ حضرت امام مالکؒ کی وفات ۱۷۹ سنہ ہجری میں ہوئی ہے ظاہر ہے کہ اتنے عرصہ تک ایک راوی سے دوسرے راوی تک روایت کے منتقل ہونے میں اس بات کا زبردست احتمال ہے۔ کہ اصل بیان کے الفاظ پوری طرح محفوظ نہ رہے ہوں۔ اسی بنا پر احادیث کو ظنّی قرار دیا گیا ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ وہ پہلے دن سے ہی مسلمانوں کا معمول بن گیا تھا۔ اور جوں جوں لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے اس کی عملی شکل زیادہ پختہ اور راسخ ہوتی گئی اور پھر نسلاً بعد نسلٍ وہ ایک عملی حقیقت کے طور پر دنیا کے سامنے پیش ہوتا رہا۔ یہ عملی شکل خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی۔ اور صحابہؓ نے اسے اختیار کیا اور تابعین اور تبع تابعین اور ان کے بعد کے لوگ اس پر عمل پیرا ہوتے رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عملی شکل ایک یقینی اور قطعی چیز ہے۔ اس کو تواتر حاصل ہے۔

پُرانے زمانوں سے لوگ چونکہ سُنّت اور حدیث کو مترادف اور ہم معنی قرار دیتے آئے ہیں اس لئے ان کے لئے بعض دقتیں اور الجھنیں پیش آتی رہی ہیں اور عام لوگ افراط و تفریط کی راہ اختیار کرتے رہے ہیں۔ بعض لوگ احادیث کے ظنّی ہونے کے باعث سنّتِ نبوی کے تارک بلکہ منکر ہو گئے اور کچھ لوگ اس طرف چلے گئے۔ کہ حدیث قرآن مجید پر بھی قاضی ہے لکھا ہے:-

"الاوزاعی عن مکحول قال القرآن احوج الی السنّة من السنة الی القرآن قال وقال یحیی بن ابی کثیر السنة قاضیة علی الکتاب ولیس الکتاب قاضیاً علی السنّة سمعت احمد بن حنبل و سئل عن الحدیث الّذی روی ان السنّة قاضیة علی الکتاب قال ما اجسر علی ھذا ان اقوله ولکنّ السنّة تفسّر الکتاب و تعرف الکتاب وتبیّنه"

امام اوزاعی مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن سنّت کا اس سے کہیں زیادہ محتاج ہے جتنا کہ سنّت قرآن کی محتاج ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ سُنّت کتاب اللہ پر قاضی ہے اور کتاب اللہ سُنّت پر قاضی نہیں ہے۔ جب یہ بیان حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں تو ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ درست ہے کہ سُنّت کتاب اللہ کی تفسیر اور تبیین کرتی ہے (کتاب الکفایة للامام الخطیب البغدادی صـ ۱۴-۱۵)

ائمہ متقدمین عموماً لفظ سُنّت کا اطلاق حدیث پر کرتے ہیں اور سُنّت اور حدیث کا علیحدہ علیحدہ درجہ بیان نہیں کرتے۔ اسلئے عام طور پر "قرآن اور سُنّت" کہہ دیا جاتا ہے۔ اور اس سے مراد قرآن مجید اور احادیث ہوتی ہیں۔

بعض متقدمین کے اقوال میں ایسے اشارے موجود ہیں کہ وہ اخبار احاد اور سنّت میں فرق کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ الخطیب البغدادی ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"ولا یقبل خبر الواحد فی منافاة حکم العقل وحکم القرآن الثابت المحکم والسنة المعلومة والفعل الجاری مجری السنة وکل دلیل مقطوع به۔"

(الکفایہ صـ ۴۳۲)

کہ خبر واحد کو اس صورت میں قبول نہ کیا جائے گا۔ جب وہ عقل کے خلاف ہو یا قرآن مجید کے ثابت حکم کے خلاف ہو یا سنّتِ معلومہ اور اس فعل کے خلاف ہو جو سنّت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اسی طرح اگر خبر واحد کسی یقینی دلیل کے خلاف ہو تب بھی اسے قبول نہ کیا جائے گا۔

اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ الامام الخطیب البغدادی سنّت کو عملی چیز سمجھتے تھے۔ یہ ایک منفرد قول ہے ورنہ عموماً سنّت اور حدیث کو ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا۔

سنّت اور حدیث میں کھلا کھلا فرق صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے بیان فرمایا ہے۔ اور اپنی شان حکمیت ظاہر کرتے ہوئے ایسا قطعی محاکمہ فرمایا ہے جو موجودہ تمام ذہنی الجھنوں کو دُور کر دیتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ دو مفصّل حوالے سُنّت اور حدیث کے مقام کو پوری طرح واضح کر دیتے ہیں۔ جو آپ نے رسالہ ریویو بر مباحثہ بٹالوی اور چکڑالوی میں نیز رسالہ کشتی نوح میں تحریر فرمائے ہیں۔ اس لئے میں انہیں اس جگہ پیش کرتا ہوں۔

"اصل بات یہ ہے کہ ان ہر دو فریق میں سے ایک فریق نے افراط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور دوسرے نے تفریط کی۔ فریق اوّل (یعنی مولوی محمد حسین صاحب) اگرچہ اس بات میں سچ پر ہیں۔ کہ احادیث نبویہ مرفوعہ متصلہ ایسی چیز نہیں ہیں کہ ان کو ردّی اور لغو سمجھا جائے۔ لیکن وہ حفظِ مراتب کے قاعدہ کو فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند مینار پر چڑھاتے ہیں۔ جس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے اور اس سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور کتاب اللہ کی مخالفت اور معارضت کی وہ کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور حدیث کے قصّہ کو ان قصوں پر ترجیح دیتے ہیں جو کتاب اللہ میں بتصریح موجود ہیں اور حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر ہر ایک حالت میں مقدم سمجھتے ہیں۔ اور یہ صریح غلطی اور جادہ انصاف سے تجاوز ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ یعنی خدا اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔ اس جگہ حدیث کے لفظ کی تنکیر جو فائدہ عموم کا دیتی ہے صاف بتلا رہی ہے کہ جو حدیث قرآن کے معارض اور مخالف پڑے اور کوئی راہ تطبیق کی پیدا نہ ہو اس کو

رد کر دو اور اس حدیث میں ایک پیشگوئی بھی ہے۔ جو بطور اشارۃ النص اس آیت سے مترشح ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ آیت ممدوحہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ ایک ایسا زمانہ بھی اس امت پر آنیوالا ہے کہ جب بعض افراد اس امت کے قرآن شریف کو چھوڑ کر ایسی حدیثوں پر بھی عمل کریں گے۔ جن کے بیان کردہ بیان قرآن شریف کے بیانات سے مخالف اور معارض ہوں گے۔ غرض یہ فرقہ اہلحدیث اس بات میں افراط کی راہ پر قدم مار رہا ہے کہ قرآنی شہادت پر حدیث کے بیان کو مقدم سمجھتے ہیں اور اگر وہ انصاف اور خدا ترسی سے کام لیتے تو ایسی حدیثوں کی تطبیق قرآن شریف سے کر سکتے تھے۔ مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ خدا کے قطعی اور یقینی کلام کو بطور متروک اور مہجور کے قرار دیدیں۔ اور اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ایسی حدیثوں کو جن کے بیانات کتاب اللہ سے مخالف ہیں۔ یا تو چھوڑ دیں اور یا ان کی کتاب اللہ سے تطبیق کریں پس یہ وہ افراط کی راہ ہے جو مولوی محمد حسین نے اختیار رکھی ہے۔

اور ان کے مخالف مولوی عبد اللہ صاحب نے تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے جو سرے سے احادیث سے انکار کر دیا ہے اور احادیث سے انکار ایک طور سے قرآن شریف کا ہی انکار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے۔ اور آنجناب کے عملی نمونوں کے دریافت کے لئے جن پر اتباع موقوف ہے۔ حدیث بھی ایک ذریعہ ہے پس جو شخص حدیث کو چھوڑتا ہے۔ وہ طریق اتباع کو بھی چھوڑتا ہے اور مولوی عبد اللہ صاحب کا یہ قول کہ تمام حدیثیں محض شکوک اور ظنون کا ذخیرہ ہے۔ یہ قلت تدبّر کی وجہ سے خیال پیدا ہوا ہے اور اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور نامکمل تقسیم ہے۔ جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ کیونکہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری حدیث اور حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے ایک مستغیث کی طرح کھڑا ہے اور حدیث کے حکم کے تابع ہے ایسی تقریر سے بیشک ہر ایک کو دھوکا لگے گا کہ جب کہ حدیثیں سو ڈیڑھ سو برس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جمع کی گئی ہیں اور انسانی ہاتھوں کے مس سے خالی نہیں ہیں اور بایں ہمہ وہ احاد کا ذخیرہ اور ظنی ہیں۔ اور ان میں قسم متواتر شاذ و نادر جو حکم معدوم کا رکھتی ہیں اور پھر وہی قرآن شریف پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنیات کا تودہ اور انبار ہے اور ظاہر ہے کہ ظن کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص محض ظن کو پنجہ مارتا ہے وہ مقام بلند حق سے بہت نیچے گرا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً یعنی محض ظن حق الیقین کے مقابلہ پر کچھ چیز نہیں پس قرآن شریف تو یوں ہاتھ سے گیا کہ وہ بغیر قاضی کے فتووں کے واجب العمل نہیں اور متروک و مہجور ہے۔ اور قاضی صاحب یعنی احادیث صرف ظن کے میلے کچیلے کپڑے زیب تن رکھتے ہیں۔ جن سے احتمال کذب کسی طرح مرتفع نہیں۔ کیونکہ ظن کی تعریف یہی ہے کہ وہ دروغ کے احتمال سے خالی نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں نہ تو قرآن ہاتھ میں رہا اور نہ حدیث اس لائق کہ اس پر بھروسہ ہو سکے۔ گویا دونوں ہاتھ سے گئے یہ غلطی ہے جس نے اکثر لوگوں کو ہلاک کیا۔

اور صراط مستقیم جس کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں نے اس مضمون کو لکھا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں۔ (۱) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے۔ وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے (۲) دوسری سنت اور اسجگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرت کی فعلی روش ہے۔ جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے۔ اور ابتداء سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے۔ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل اور قدیم سے عادت اللہ یہی ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے۔ اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں (۳) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف راویوں کے ذریعوں سے جمع کئے گئے ہیں۔ پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے۔ جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے۔ جس کو آنحضرت نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے اور جس طرح آنحضرت قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لئے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے۔ ایسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یہ دونوں خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے بجا لائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا۔ تو آنحضرت نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لئے یہ یہ رکعات ہیں ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزارہا صحابہ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا پس عملی نمونہ جو اب تک امت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اس کا نام سنت ہے لیکن حدیث کو آنحضرت صلعم نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کو جمع کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کی تھیں۔ لیکن پھر تقویٰ کے خیال سے انہوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں کہ یہ میرا سماع بلاواسطہ نہیں ہے۔ خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے۔ پھر جب وہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا گذر گیا تو بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اس طرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہیئے۔ تب حدیثیں جمع ہوئیں اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اکثر حدیثوں کے جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے انہوں نے جہاں تک ان کی طاقتیں تھیں حدیثوں کی تنقید کی ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو ان کی رائے میں موضوعات میں سے تھیں اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی مگر تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی۔ اسلئے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہے۔ بایں ہمہ یہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جاوے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں۔ بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ یہودیوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت مسیح کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا۔ جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا۔ لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے وہ حدیثیں جمع کی تھیں۔ جیسا کہ اسلام کے محدثین نے۔ تاہم یہ غلطی ہے کہ ایسا خیال کیا جائے۔ کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے ناآشنا تھے کیونکہ سلسلہ تعامل نے جو سنت کے ذریعہ سے ان میں پیدا ہو گیا تھا تمام حدود اور فرائض اسلام ان کو سکھلا دئے تھے اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اصلی تعلیم کا کچھ بھی ہرج نہ تھا کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا۔ تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا۔ گویا اسلام نور علیٰ نور ہو گیا اور حدیثیں قرآن اور سنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی ہو گئیں اور اسلام کے بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے۔ ان میں سے سچے فرقے کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہنچا۔ پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہل حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جاوے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دی جاوے اور قرآن کو چھوڑ دیا جاوے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جاوے۔ بلکہ چاہیئے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو اسکو بسروچشم قبول کیا جاوے یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے۔ جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔

بچوں کی بُری عادات

(از سلطان محمود صاحب بی۔اے۔بی ٹی)

بچوں میں چوری کی ابتداء

جھوٹ اور چوری کا آپس میں اتنا گہرا تعلق ہے کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ایک دشوار امر ہے۔ اس سے پہلے کہ ایک ننھے بچے کو چوری کا مطلب سمجھ میں آجائے وہ فطرتاً دوسروں کی چیزوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اپنے اس فعل کو وہ حقیقی گناہ۔ معصیت یا برائی تصور نہیں کرتا۔ ہر بچہ جب کوئی چیز جو اس کی ملکیت نہیں ہوتی گھر لے آتا ہے۔ تو جس انداز سے والدین بچے کی اس حرکت پر اعتراض کرتے ہیں اس سے بچہ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے بآسانی جھوٹ بولنے پر مائل ہو جاتا ہے اور اس طرح جھوٹ اور تصنع میں اسے جس قدر کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اسی قدر اس کے لئے جھوٹ بولنا اور چوری کرنا آسان ہوتے جاتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ والدین کی وہی عام کمزوریاں جو بچوں کو جھوٹ بولنے کا عادی بنانے میں مدد و معاون ہوتی ہیں ان کو چور بنانے میں بھی کچھ کم مؤثر ثابت نہیں ہوتیں اور اس طرح بچے کی وہ سفلی فطرت جو اسے دوسروں کی چیزوں پر قبضہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے بہت جلد بیدار ہو جاتی ہے۔ اور بچوں کی صحیح تربیت سے والدین کی بے خبری اور لاعلمی بچوں میں قابل افسوس و ندامت عادات کی طرح ڈال دیتی ہے۔ جس کے ناخوشگوار نتائج والدین کے لئے سوہان روح ثابت ہوتے ہیں

چوری سے بچنے کے لئے بچے کی تربیت

اگر شروع ہی سے بچے کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ جب وہ چیزوں تک پہنچنے اور ان کو پکڑنے کے قابل ہو جائے تو اسے ان چیزوں کو جو اس کی اپنی نہیں ہیں ہاتھ نہ لگانے دیا جائے۔ اس تھوڑی سی ابتدائی کوشش سے بچہ بآسانی سمجھ جائے گا کہ اسے کن چیزوں کو پکڑنا چاہیئے اور کن چیزوں کو ہرگز نہیں چھونا چاہیئے۔

بعض والدین بچوں کو یہ سکھانے کے شوق میں کہ دوسروں کی اشیاء اور حقوق کا احترام کرنا چاہیئے اور بچے کو خطرات سے بچانے کے وہم مفروضہ ممنوعہ اشیاء کو بچے کے ہاتھ سے یکایک چھین لیتے ہیں۔ والدین کی یہ حرکت تمام قسم کی مشکلات کی ابتدا ہوتی ہے۔ کیونکہ بچہ ہر چیز کو جو اس کے ہاتھ آجائے اپنی ملکیت سمجھتا ہے اور وہ ایسی ہر چیز کو اپنے قبضہ میں رکھنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے۔ بعض موقعوں پر جب اس سے ایسی کوئی چیز چھینی جائے تو وہ غضب ناک ہو جاتا ہے۔ ان مشکلات سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل امور پر والدین کو سنجیدگی کے ساتھ توجہ دینی چاہیئے۔

(۱) بچے کے دل میں اس خیال کی پختہ بنیاد قائم کریں کہ دوسروں کی اشیاء کا احترام کرنا نہایت ضروری ہے۔

(۲) دوسروں کی چیز کو چھیننا یا چرانا بہت بری حرکت ہے۔ ان مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے والدین میں ضبط نفس کا مادہ بدرجہ اولیٰ ہونا اشد ضروری ہے۔

فرض کیجیئے کہ ایک دو سال کے بچے نے درزی کی قینچی پکڑ لی ہے۔ اب یہ قینچی بچے کے زاویہ نگاہ سے اس کی اپنی ملکیت ہے۔ جسے وہ واپس کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو رہا۔ آپ فوراً اس کے ہاتھ سے قینچی چھین لیتے ہیں۔ بچہ اپنی معروضہ ملکیت کو اپنے قبضہ میں رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرتا ہے لیکن چونکہ آپ زیادہ طاقتور ہیں اس لئے وہ ہار جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی چیز کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اور اسے یہ گمان ہو جاتا ہے کہ آپ نے اس کی مقبوضہ چیز چھین کر اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اب نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ دوبارہ اس قینچی کو دیکھ پائے گا اور اگر آپ اس وقت موجود نہیں تو وہ اسے فوراً اٹھا لے گا اور جب وہ آپ کو آتا دیکھے گا تو وہ قینچی لے کر بھاگ جانے کی کوشش کرے گا۔ یہ چوری اور سینہ زوری کی عادت کا آغاز ہے۔ اس قسم کے حالات میں بچے میں خطرات کا مقابلہ کرنے کی جرأت بھی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو آتا دیکھ کر قینچی کو چھپانے کے لئے اس پر گر پڑے اور اس صورت میں قینچی کے چبھ جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جس چیز پر بچے نے قبضہ کیا ہو وہ کوئی نوکدار چیز ہے تو اس صورت میں جب کوئی شخص اس سے وہ چیز چھیننا چاہے گا جسے بچہ اپنی ملکیت تصور کرتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اسے جھٹ اپنے منہ میں ڈال لے یا اسے نگل ہی جائے تا وہ اس شے سے محروم نہ رہے۔ ایسی تمام صورتوں اور حالتوں میں والدین کے لئے قرین مصلحت یہی ہے کہ وہ بچے کی ملکیت کا احترام کریں کیونکہ جو کچھ بچے کے پاس ہے وہ اس کی ملکیت ہی تو ہے۔ مناسب یہی ہے کہ اس چیز کے بدلے اسے کوئی اور چیز پیش کر دیں۔ اور جب بچہ پہلی چیز چھوڑ دے تو اس کی حوصلہ افزائی کریں جس سے بچے کو محسوس ہو کہ واقعی اس نے ایک ایسا اچھا کام کیا ہے، جو قابل تعریف ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچہ اس بات پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اس کے فعل کی نوعیت کیا تھی جس کی بناء پر اس نے اپنے والدین کی خوشنودی حاصل کی ہے ؟

والدین کے فرائض

اگر ہم اس قسم کی حکمت عملی اور ہوشیاری سے کام لیں گے تو بچے کو ہر قسم کی وہ چیز جس پر اس نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہو واپس کرنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ اس طرح ایک ایسا منصوبہ مرتب کیا جاسکتا ہے جس میں بچے کو اس کے جائز حقوق دلانے کی ضمانت ہو۔ ایسے حالات میں بچے کے دل میں از خود تعاون کا جذبہ اجاگر ہو جائے گا۔ لیکن مشاہدہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم بچوں کے سفلی خصائل سے بے نیاز ہو کر لاپرائی برتتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ذرا سا بھی بچوں کی ملکیت کا بھی مناسب احترام نہیں کرتے اور ان کی مقبوضہ اشیاء کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں۔ ہر ہم بچے اور اس کی چیزوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں گویا وہ دونوں ہی ہماری جائداد ہیں۔ ہمارے اس رویے سے نہ صرف بچے کے جذبات ہی مجروح ہوتے ہیں بلکہ بچے کی شخصیت کو بھی ٹھیس لگتی ہے، اس کے برعکس اگر بچہ ہمارے طریق عمل کی پیروی کرتا ہوا ہماری چیزوں پر قبضہ کر لے تو ہم ناراض ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات اس جرم کی پاداش میں ہم اسے سزا بھی دیتے ہیں۔ ایسی مثالوں میں ہماری انسانی کمزوری اس قدر بے ڈھنگا پن اختیار کر لیتی ہے کہ بمشکل اس حقیقت سے واقف ہوتے ہیں کہ ہم بچے پر زیادتی کر رہے ہیں۔ ہماری یہ بدسلوکی بچے کے لئے باعث آزار ہو جاتی ہے،

ایک حقیقی واقعہ

ایک دن جب میں اپنے کمرے میں بیٹھا ایک کرسی مرمت کر رہا تھا تو میرا ایک بچہ جس کی عمر اس وقت پانچ سال تھی ادھر آنکلا۔ میرے ہاتھ میں ہتھوڑی دیکھ کر بولا۔ اباجان! "آپ میری ہتھوڑی استعمال کر رہے ہیں" "میری" کا لفظ سن کر میں حیران رہ گیا۔ مجھے مرمت تو بھول گئی اور مجھے سخت ندامت محسوس ہوئی کہ میں نے بچے کی اجازت کے بغیر ہتھوڑی کا استعمال کیا ہے کیونکہ میں نے چند روز پہلے اس کی ایک درخواست کو رد کر دیا تھا جس میں اس نے میرے قلم کو استعمال کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ میری پشیمانی اور حیرانی سے متاثر ہو کر بچے نے بڑی فراخ دلی سے اور دلی جذبہ سے کہا۔ "آپ کو میری ہتھوڑی استعمال کرنے کی اجازت ہے" میں نے بڑی عاجزی کے ساتھ اس ننھے مالک کے روبرو اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور خلوص دل سے اس کی فیاضانہ اجازت کا شکریہ ادا کیا جو اس نے بغیر کسی تنگ دلی اور بخل کے دے دی تھی۔

بچوں کی بری عادات

بہت سے والدین اپنے بچے کو سزا دینے کے لئے اس کا کوئی کھلونا چھین لیتے ہیں۔ لڑکا اپنی بہن کے بال نوچتا ہے تو سزا کے طور پر اس کی کوئی مرغوب اور پسندیدہ چیز یا کھلونا اپنے قبضہ میں کر لیا جاتا ہے۔ لڑکی نے کچھ شوخی آمیز باتیں کہیں تو اس کی سزا کے طور پر ہم اس کی گڑیا کو اس سے چھین کر مقفل کر کے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ اس کے باوجود کہ وہ کھلونا لڑکے کا ہے اور گڑیا لڑکی کی ملکیت ہے والدین کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب تک کوئی بچہ نہ تو اپنی چیز کو خراب کرے اور نہ ہی اس سے اپنے آپ کو کوئی نقصان پہنچائے۔ اسی طرح نہ ہی دوسروں کو کوئی تکلیف دے اس وقت تک اس کی ملکیت کا احترام کریں۔ کسی بچے کا کھلونا ایسے موقعہ پر چھین لینا جبکہ اس کے ذریعہ سے اس نے شرارت کا ارتکاب کیا ہو مؤثر سزا ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس میں یہ ہرگز فراموش نہیں کرنا ہوگا کہ ایسا کرنے سے بچے کا دل بہت افسردہ ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ جذبہ بھی ابھرے گا کہ دوسروں کی چیزوں کو چھین لینا چنداں بری بات نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے رویے سے متأثر ہو کر بچے کا نظریہ جائداد کی ملکیت کے متعلق ناقص ہو جائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ والدین کو اپنے حقوق اور جائداد کی حفاظت کے لئے حکومت کی طرف سے پولیس کا محکمہ میسر ہے۔ مگر ہماری اپنی زیادتیوں کے مقابلے میں ہمارے بچوں کی حفاظت کون کرے گا ؟ (ماخوذ)

درخواست دعا

میری بھاوجہ اہلیہ افضل بیمار ہے اور ہسپتال میں داخل ہے۔ سب احباب و خواتین کی خدمت میں اس کی صحت کاملہ دعا جلد کے لئے درخواست دعا ہے۔

محمد شفیع نوشہروی
دار الرحمت۔ ربوہ

پاکستان کے زرعی بنک کی طرف سے

زراعت کاروں کو قرضہ دینے کی سہولتیں

زرعی بینک پاکستان ایکٹ زرعی بینک ۱۹۵۷ء کے تحت اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ پیداوار بڑھانے اور اسے بہتر بنانے کے لئے زراعت کاروں کو قرضہ دینے کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ بینک نقد روپیہ یا اجناس کی شکل میں قرضے دے گا۔ نیز زراعت کاروں کو اجناس گودام میں رکھنے اور ذخیرہ کرنے کی سہولتیں بہم پہنچائے گا۔

۲۔ بینک کا ابتدائی سرمایہ حصص ۲۰ کروڑ روپیہ ہے جس میں سے ۳ کروڑ اور ۲۵ لاکھ جاری ہو چکا ہے۔ بینک کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ قرضہ لے کر اور بونڈ اور ڈبینچر جاری اور فروخت کر کے سرمایہ حاصل کرے۔ چیرمین اور بورڈ کے ڈائریکٹروں کا جن میں مینجنگ ڈائریکٹر شامل ہیں۔ مرکزی حکومت تقرر کرتی ہے۔ چنانچہ یہ ادارہ ملک میں زراعت کاروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے سرکاری نگرانی میں قائم کیا گیا ہے۔ بینک کا صدر دفتر کراچی میں ہے اور اس کے صوبائی دفاتر ڈھاکہ اور لاہور میں ہیں صدر دفتر اور صوبائی دفتر کے پتے اور مشرقی اور مغربی پاکستان میں جو شاخیں اب تک کھل چکی ہیں، ان کے پتے اس پمفلٹ کے سرورق پر درج ہیں۔

۳۔ یہ بینک صرف زراعت کاروں کو قرضہ دے گا۔ "زراعت کار" سے روئے ایکٹ زرعی بنک "ہر وہ فرد" مراد ہے۔ جس کا پیشہ زراعت ہو" "زراعت" میں باغبانی جنگلات اگانا۔ مچھلیاں، جانور یا مرغیاں پالنا، ڈیری کا کام شہد کی مکھیاں اور ریشم کے کیڑے پالنا شامل ہیں۔ بینک اپنے وضع کردہ قواعد وضوابط کے تابع ہر اس کاروبار کے لئے روپیہ دے گا۔ جو زرعی خیال کیا جائے۔

۴۔ قرضے منجملہ دیگر امور حسب ذیل اغراض کے لئے دئے جائیں گے:۔

(اول) فصل اگانے کا خرچ اس میں

ا۔ کھاد

ب۔ بیج

ج۔ مزدوروں کی اجرت

د۔ فصل اٹھنے تک گذر اوقات کے مصارف

ہ۔ معمولی زرعی آلات وغیرہ شامل ہیں۔

"گذر اوقات کے مصارف" میں شادی، موت وغیرہ کے مصارف شامل نہیں اور نہ ہی اس میں بچوں کی تعلیم کا خرچ، زمین کا لگان اور محصولات کی ادائیگی شامل ہے ان اغراض کے لئے کوئی قرضہ نہیں دیا جائے گا۔

(دوم) فصلوں اور دیگر زرعی پیداوار کی خرید و فروخت، اس میں گودام تعمیر کرنا بھی شامل ہے۔

(سوم) مویشی، زرعی آلات، چھوٹی اور بڑی مشینیں جن میں پمپ شامل ہے خریدنا

(چہارم) زراعت کاروں کی مالی حالت سدھارنے کے لئے سابقہ قرضوں کی ادائیگی۔

(پنجم) زرعی ترقی مثلاً ٹیوب ویل لگانا، کوئیں کھدوانا اور رہٹ لگوانا، افتادہ اراضی کو قابل کاشت بنانا سیلاب روکنے کی تدابیر، ذرائع آب پاشی کی تعمیر و ترقی باغات وغیرہ لگانا۔

(ششم) ملکیت بڑھانے کی غرض سے زمین خریدنا

۵۔ قرضے جس مدت کے لئے دئے جائیں گے۔ وہ حسب ذیل تفصیل سے ہوگی:۔

اول۔ فصل پیدا کرنے کے مصارف کے لئے فصل کی معمولی مدت جو زیادہ سے زیادہ پندرہ ماہ تک ہوگی۔

دوم۔ فصلوں اور دیگر زرعی پیداوار کی خرید و فروخت کے لئے زیادہ سے زیادہ بارہ ماہ

سوم۔ زرعی آلات، ذرائع حمل ونقل، ہلکی مشینیں، مال اور مویشی خریدنے کے لئے زیادہ سے زیادہ پانچ سال۔

چہارم۔ زراعت کی ترقی، گودام وغیرہ بنانے، ٹریکٹر اور دیگر بڑی مشینیں خریدنے اراضی خریدنے اور سابقہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے زیادہ سے زیادہ بیس سال۔

۶۔ کسی قسم کا کوئی قرضہ یا ادھار پندرہ ماہ سے زیادہ مدت کے لئے نہ دیا جانے گا تا وقتیکہ اس کی ضمانت میں غیر منقولہ جائداد رہن نہ کر دی جائے۔ غیر منقولہ جائداد رہن کرنے کے بجائے بینک یہ منظور کر سکتا ہے۔ کہ سونا، سرکاری کفالتیں اور زندگی کے بیمہ کی پالیسیاں اس کے پاس گرو یا منتقل کر دی جائیں۔

۷۔ بینک کے موجودہ قواعد وضوابط کے تحت کسی قرض خواہ کو بینک وقت دیتے ہوئے قرضے کی کل رقم زیادہ سے زیادہ حسب ذیل ہوگی یعنی:۔

(اول) پہلی بار رہن کی صورت میں بینک کے تمام رہن شدہ غیر منقولہ جائداد کی مالیت کا ساٹھ فی صد۔

(دوم) دوسری بار رہن کی صورت میں سابقہ رہن کی رقم منہا کرنے کے بعد بینک کے نام رہن شدہ غیر منقولہ جائداد کی مالیت کا پچاس فی صد۔

(سوم) سونے اور سرکاری کفالتوں کی مالیت کا ستر فی صد۔

(چہارم) زندگی کے بیمہ کی پالیسیوں کی حاضر مالیت کا ساٹھ فی صد

۸۔ انفرادی زراعت کاروں سے بینک کے واجب الوصول سود اور فیس کی شرح حسب ذیل ہوگی:۔

(ا) ایسے قرضوں اور ادھار پر جو ۱۵ ماہ تک کی مدت کے لئے ہوں	۶ فی صد
(ب) ایسے قرضوں اور ادھار پر جو ۱۵ ماہ سے زیادہ مدت کیلئے ہوں	۵ فی صد

امداد باہمی کی انجمنوں کے لئے سود کی شرح مختلف ہوگی۔ جو بینک کے کسی دفتر سے دریافت کی جا سکتی ہے۔

۹۔ قرضہ کی درخواست بینک کے مقررہ فارم پر دی جائے گی۔ مذکورہ فارم کی قیمت آٹھ آنے ہے۔ اس کے علاوہ حسب ذیل فیس ادا کرنا ضروری ہوگی۔ یعنی:۔

(ا) فیس درخواست:۔

(۱) ۱۰۰۰ روپے تک کے قرضوں کی درخواستوں کے لئے۔	کوئی فیس نہ لی جائے گی۔
(۲) ۱۰۰۰ سے زیادہ رقم کے قرضوں کی درخواستوں کے لئے	مبلغ ایک روپیہ فی ہزار لیکن کم سے کم مبلغ تین روپے
(۳) ۱۰۰۰۰ روپے سے اوپر ۲۰۰۰۰ روپے کے لئے قرضوں کی درخواستوں کے لئے	موازی ۱۲ آنے فی ہزار روپے لیکن کم سے کم مبلغ ۱۰ روپے۔
(۴) ۲۰۰۰۰ روپے سے اوپر کے قرضوں کی درخواستوں کے لئے	موازی ۸ آنے فی ہزار روپے لیکن ...... زیادہ سے زیادہ ۵۰/- روپے۔
(ب) ضمانت میں دی ہوئی جائداد کے تخمینہ مالیت کی فیس۔	ضمانت میں دی ہوئی جائداد کی تخمینہ شدہ مالیت پر ۸ آنے فی صد لیکن زیادہ سے زیادہ مبلغ ۱۰۰ روپے

(باقی)

وصایا

وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی موصی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع کر دے۔
(سیکرٹری مجلس کارپرداز دفتر بہشتی مقبرہ)

نمبر ۱۵۱۸۹ میں کرامت اللہ ظفر ولد محمد عباد اللہ درویش قوم چوپان پیشہ طالبعلم عمر ۱۶ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ربوہ ضلع جھنگ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ نومبر ۵۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔
خاکسار کی اس وقت کوئی غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ طالبعلم سیکنڈ ایئر کا ہے فی الحال ایک ٹیچری کی ملازمت مبلغ ۷۶ روپے ماہوار پر کر رہا ہوں جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتا ہوں۔ آمدنی کا حصہ ماہ بماہ انشاء اللہ ادا کرتا رہوں گا نیز اس کے بعد اگر کوئی جائیداد پیدا کروں یا کبھی ورثہ میں ملے تو اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتا ہوں نیز بوقت وفات اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان حقدار ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔
العبد کرامت اللہ ظفر بقلم خود دار الصدر غربی ربوہ
گواہ شد محمد شریف موصی نمبر ۳۹۳۷ ٹیلیفون ہیڈ کوارٹر لائلپور
گواہ شد محمد عبداللہ ولد بشیر موصی نمبر ۲۴۲۳ محلہ دار الصدر غربی ربوہ۔

نمبر ۱۵۱۸۸ میں امۃ الجمیل بنت مرزا بشیر الدین محمود احمد قوم مغل پیشہ خانہ داری عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ربوہ ضلع جھنگ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۷/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ مہر ایک ہزار روپیہ۔ زیور اندازاً چھ ہزار روپیہ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ جھومر ایک عدد۔ ٹیکہ ایک عدد۔ گلوبند ایک عدد۔ طوق ایک عدد۔ انعام ایک عدد۔ مالا ایک عدد۔ نکلس ایک عدد۔ بندے تین جوڑی۔ بالیاں ایک جوڑی۔ انگوٹھیاں چھ عدد۔ چوڑیاں چھ عدد۔ [illegible] ایک جوڑی۔ کنگن ایک عدد۔ میں اس سب کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر میری اور کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ پاکستان حقدار ہوگی۔
الامۃ۔ امۃ الجمیل۔ گواہ شد مرزا محمود احمد
گواہ شد مرزا داؤد احمد۔ گواہ شد ناصر محمد سیال خاوند موصیہ

نمبر ۱۵۱۸۷ میں محمد سلیم ولد اللہ بخش قوم [illegible] پیشہ کاشتکاری تاریخ بیعت پیدائشی ساکن ناصر آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ خاص براستہ کنجیجی ضلع تھرپارکر سندھ صوبہ سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۸/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے میں اس وقت اپنی آمد پر گذارہ کر رہا ہوں جو بذریعہ کاشتکاری حاصل ہوتی ہے جو اندازاً چھ سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے۔ کیونکہ آمد میں کمی بیشی کا امکان ہوتا ہے اس لئے بہر صورت میں اپنی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ کرتا ہوں جو باقاعدہ ہر سال ادا کرتا رہوں گا اور کمی بیشی کی اطلاع بھی دیتا رہوں گا۔ نیز اگر میری وفات کے بعد اگر کسی قسم کی جائیداد کی صورت میں ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان ہوگی۔
العبد محمد سلیم بقلم خود۔ گواہ شد ماسٹر فضل الدین موصی ناصر آباد ضلع تھرپارکر سندھ۔ گواہ شد عطاء اللہ بخش [illegible] موصی سیکرٹری مال ناصر آباد ضلع تھرپارکر سندھ۔

نمبر ۱۵۱۸۶ میں بختیار احمد خان ولد احمد جان خان مرحوم قوم افغان پیشہ سرکاری ملازمت عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت جنوری ۵۸ء ساکن مالاکنڈ ایجنسی حال پشاور صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۸/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں اس وقت ملازم ہوں اور ماہوار تنخواہ مبلغ ۱۶۷ روپے ہے۔ اس کے علاوہ مبلغ ۵۰۰ روپیہ محکمہ کے پاس بطور سکیورٹی ہے اور میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میں ماہوار آمد اور نقدی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد اگر کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس پر بھی میری وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کے بعد جو جائیداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔
العبد بختیار احمد خان معرفت مسجد احمدیہ پشاور شہر
گواہ شد چراغ الدین مربی سلسلہ جماعت احمدیہ پشاور۔
گواہ شد نور الٰہی بخش موصی نمبر ۹۱۰۹ سیکرٹری وصیت پشاور۔ کار ڈیلر ارباب روڈ پشاور۔

نمبر ۱۵۱۸۵ میں محمد خان ولد کریم بخش قوم شیخ سیٹھی پیشہ تجارت عمر ۵۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۱ء ساکن شیرانوالی ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۸/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد دو عدد مکانات مالیتی ۲۵۰۰ روپیہ واقعہ موضع شیرانوالی ضلع سیالکوٹ میں ہیں مگر میرا گزارہ میرے لڑکوں کے ذریعہ ہے میں اپنی مذکورہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی اگر کوئی رقم میں اپنی جائیداد کے حصہ میں داخل خزانہ کراؤں تو یہ رقم وصیت سے منہا کر دی جائے گی۔
العبد بقلم خود محمد خان سیٹھی موصی معرفت بوٹس اینڈ کو لمیٹڈ محلہ شاہ ولی قتال شہر پشاور۔ گواہ شد شمس الدین امیر جماعت احمدیہ پشاور۔ گواہ شد شیخ محمد ابراہیم بقلم خود شیرانوالی حال مردان۔

نمبر ۱۵۱۵۴ میں ناصر احمد ولد قاضی عبد السلام صاحب بھٹی قوم بھٹی راجپوت پیشہ طالب علمی عمر ۱۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن نیروبی ضلع نیروبی کینیا کالونی مشرقی افریقہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۸/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے والد صاحب بقید حیات ہیں۔ میری کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ میں عنقریب انجینئرنگ [illegible] کے لئے جا رہا ہوں۔ فی الحال میری ماہوار آمد ۸۰ شلنگ ہے اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی انشاء اللہ۔
العبد ناصر احمد۔ گواہ شد قاضی عبد السلام والد موصی نیروبی مشرقی افریقہ۔ گواہ شد شفیق احمد سیکرٹری وصایا نیروبی مشرقی افریقہ۔

نمبر ۱۵۱۸۴ میں شفاعت النساء بیگم زوجہ چوہدری عبدالمنان خان صاحب قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر تقریباً ۳۳ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن ۸۲ ج ب ضلع لائلپور حال ۲۳ ڈیوس روڈ لاہور صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ دسمبر ۵۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ حق مہر بذمہ خاوند مبلغ ۵۰۰ روپے ہے۔ زیور جسد طلائی ۹ تولے تقریباً۔ چوڑیاں طلائی ۳ تولے ۳ ماشے۔ انگوٹھیاں طلائی تین عدد۔ ایک تولہ کا نیکلس طلائی۔ ایک تولہ ۲ ماشے کلپ طلائی۔ ایک تولہ [illegible] ٹوٹے نقرئی ۲۵ تولے تقریباً۔ اس کے علاوہ نقد ۴۰۰ روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتی ہوں میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائیداد اس کے علاوہ ثابت ہو تو یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔
الامۃ شفاعت النساء بیگم بقلم خود زوجہ چوہدری عبدالمنان خان۔ گواہ شد عبدالمنان خان خاوند موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد محمد شفیع بقلم خود ہیڈ کلرک چیفس کالج لاہور سیکرٹری مال [illegible] لاہور

نمبر ۱۵۱۷۳ میں محمد طفیل ولد جواہر الدین صاحب قوم کھلون جٹ پیشہ زراعت عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک ۱۲۸/۹-ل ڈاکخانہ کبیر ضلع منٹگمری صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۸/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ خاکسار کو بطور گزارہ انجمن کی طرف سے ۵۰ روپے ملتے ہیں۔ میں شعبہ وقف جدید میں ہوں۔ میری ذاتی ملکیت کوئی نہیں۔ میرے والد صاحب کے نام آٹھ ایکڑ اراضی جو کہ لیز پر [illegible] کو اپریٹو سوسائٹی چک ۱۲۸/۹-ل ڈاکخانہ کبیر ضلع منٹگمری کی طرف سے ملی ہوئی ہے اس وقت وہ میرے قبضہ میں ہے۔ اور اس کی آمدن میں لیتا ہوں۔ اس آمدن کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتا ہوں اور جو میں خود کام کروں گا اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ آمدنی کا صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد میرے مرنے کے بعد ثابت ہو تو اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان ہوگی اور جو بھی میں دوسرا کام کروں گا اس کی آمدن کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کو ادا کرتا رہوں گا۔
العبد محمد طفیل چک ۱۲۸/۹-ل ڈاکخانہ کبیر ضلع منٹگمری۔ گواہ شد صوفی کریم بخش معلم وقف جدید ولد محمد سلیم صاحب [illegible] ضلع ملتان۔ گواہ شد سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۱۵۱۷۲ میں امۃ الرحمن زوجہ محمد طفیل صاحب قوم جٹ پیشہ زراعت عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی چک ۱۲۸/۹-ل ڈاکخانہ کبیر ضلع منٹگمری صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۱/۸/۵۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت جائیداد کانٹے طلائی وزنی ایک تولہ قیمتی مبلغ ۱۰۰ روپے اور حق مہر مبلغ ۹۰۰ جو کہ میرے خاوند کے ذمہ ہے ان میں ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتی ہوں نیز اگر کوئی اور جائیداد میرے مرنے کے بعد ثابت ہوگی تو اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان ہوگی اور اگر کوئی میں نئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع سیکرٹری صاحب انجمن کارپرداز مصالح قبرستان ربوہ بہشتی مقبرہ ضلع جھنگ کو دیتی رہوں گی۔ تفصیل موجودہ جائیداد اور طلائی کانٹے ایک تولہ قیمتی ۱۰۰ حق مہر بذمہ خاوند ۹۰۰۔ کل میزان ۱۰۰۰ روپے
الامۃ امۃ الرحمن بقلم خود۔ گواہ شد سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد محمد طفیل بقلم خود خاوند موصیہ

نمبر ۱۵۱۷۵ میں صادقہ ثریا زوجہ ڈاکٹر غلام محمد حق معلم وقف جدید قوم راجپوت بھٹی پیشہ خانہ داری عمر ۳۳ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن آدھی کوٹ براستہ قائد آباد ضلع سرگودھا صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ یکم جنوری ۵۹ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔
میری موجودہ جائیداد صرف مبلغ پانچ صد روپیہ حق مہر بذمہ خاوند واجب الادا ہے۔ اور کوئی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے اگر اس کے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز بوقت وفات جو جائیداد ثابت ہو اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ ہوگی۔ راقم [illegible] ڈاکٹر غلام محمد حق خاوند موصیہ معلم وقف جدید وصیت نمبر ۱۵۰۲۴
الامۃ صادقہ ثریا۔ گواہ شد ڈاکٹر غلام محمد حق معلم وقف جدید وصیت نمبر ۱۵۰۲۴ اسکنہ آدھی کوٹ براستہ قائد آباد ضلع سرگودھا۔ گواہ شد چوہدری [illegible] علی معلم وقف جدید چک ۲/TDA ڈاکخانہ چک ۲/TDA [illegible] ضلع سرگودھا۔

نمبر ۱۵۱۸۱ میں ناصرہ بیگم بنت رانا فیض بخش صاحب نون پیشہ خانہ داری عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن بستی جمال دالا ڈاکخانہ لسوڑی ضلع ملتان صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری منقولہ و غیر منقولہ جائیداد حسب ذیل ہے (۱) مالا طلائی وزنی سوا تین تولہ مالیتی مبلغ ۲۲۵ روپے (۲) کنگنی طلائی وزنی اڑھائی تولہ مبلغ ۲۵۰ روپے (۳) جھمکی دار طلائی وزنی سوا تولہ مالیتی مبلغ ۱۲۵ روپے (۴) بالیاں طلائی وزنی چھ ماشہ مالیتی مبلغ ۵۰ روپے (۵) انگوٹھیاں طلائی وزنی چھ ماشہ مالیتی مبلغ ۵۰ روپے (۶) ہار ذیب نقرئی وزن ۳۰ تولہ مالیتی ۵۰ روپے (۷) نقد مبلغ ۱۵۰ روپے کل میزان ۱۰۰۰ روپے ہے۔ میں اس مذکورہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں۔ اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی نیز بوقت وفات میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرا حق مہر ۲۵۰ روپے ہے جو بصورت زیور کنگنی طلائی ہے جو ان زیورات میں شامل ہے۔ میرا خاوند غیر احمدی ہے میں خود اپنے حصہ وصیت کی ادائیگی کی ذمہ وار ہوں۔
الامۃ ناصرہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد رانا بشیر احمد ولد رانا فیض بخش صاحب نون ساکن جمال دالا ڈاکخانہ لسوڑی ضلع ملتان۔ برادر موصیہ۔ گواہ شد حکیم محمد انفس فاروقی ولد حکیم محمد اکرم صاحب سیکرٹری مال اوچ شریف ضلع بہاولپور۔ بہنوئی موصیہ

درخواست دعا

میرے والد محترم منشی محمد عبداللہ صاحب عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین
محمد شریف کوٹ عبداللہ نبی سرود
سندھ

مجلس اردو تعلیم الاسلام کالج کے زیر اہتمام وسیع پیمانہ پر ایک ادبی مجلس کا انعقاد

ملک کے نامور ادیبوں اور شعراء حضرات کی شرکت

ربوہ مؤرخہ ۷ر فروری ۱۹۵۹ء بروز ہفتہ ساڑھے سات بجے شب مجلس اردو تعلیم الاسلام کالج کے زیر اہتمام کالج ہال میں وسیع پیمانے پر ایک ادبی مجلس کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں لاہور کے بعض نامور ادیبوں اور شعراء حضرات نے بھی شرکت کی۔ چنانچہ ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب، پروفیسر سجاد حارث صاحب۔ اور حبیب اشعر صاحب کے علاوہ جناب احسان دانش اور جناب طفیل ہوشیارپوری بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس مجلس میں صدارت کے فرائض مشہور ادیب جناب ڈاکٹر وزیر آغا صاحب نے ادا کئے۔

تلاوت قرآن مجید کے بعد پروفیسر سجاد حارث صاحب نے "ادب میں صحت مند رجحانات" کے موضوع پر تقریر کی۔ جس میں آپ نے بتایا کہ معاشرے کی صحیح لائنوں پر تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ ملک میں ایسا ادب پروان چڑھے جو صحت مند رجحانات کا حامل ہو۔ یہ بات جب ہی ممکن ہو سکتی ہے کہ جملہ ادبی تخلیقات میں ہمیشہ زندگی کے گہرے مقاصد پیش نظر رکھے جائیں۔ آپ نے طلبہ کو اپنے اندر تنقیدی شعور پیدا کرنے اور اس کی مدد سے ہمیشہ تعمیری ادب کو زیر مطالعہ رکھنے کی تلقین کی۔ آپ کے بعد جناب ڈاکٹر عبادت بریلوی نے "اردو کے ادبی رسائل" کے موضوع پر ایک پر مغز تقریر کی۔ جس میں آپ نے سر سید احمد خان مرحوم کے زمانے سے لے کر موجودہ دور تک اردو کے ادبی رسائل کی تاریخ پر خاصی تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ ادبی رسائل کے سلسلہ میں ہماری روایات ابتدا ہی سے بہت شاندار رہی ہیں۔ لیکن رسالوں کا جو شاندار ماحول ہمیں ورثے میں ملا تھا وہ اب چند سال سے ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اور بڑے بڑے نامور رسالے ایک ایک کر کے بند ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ نے اس انحطاط کی وجوہات بھی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے لوگوں کے ذوق کی پستی۔ نظام تعلیم کی خرابی۔ ذہنی تن آسانی، نمود و نمائش کے رجحان کی افزائش اور اسی قسم کے متعدد عوامل کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ آپ نے اس خیال کا اظہار کیا کہ حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ موجودہ جمود دور ہو جائیگا۔ اور اردو رسائل کے بارے میں ہم اپنی سابقہ روایات کو ایک دفعہ پھر زندہ کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس مجلس میں جناب احسان دانش، جناب طفیل ہوشیارپوری اور جناب عبدالسلام اختر نے اپنا کلام سنایا جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے اور دس بجے شب کے قریب یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی ۔

تصحیح

قواعد انتخابات عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ مطبوعہ اخبار الفضل مؤرخہ ۷ر جنوری ۵۹ء میں جہاں لفظ "رشد و اصلاح" چھپا ہے اسے "اصلاح و ارشاد" پڑھا جائے احباب تصحیح فرمالیں۔

(ناظر اعلیٰ)

لیڈر

(بقیہ صفحہ ۲)

میں بھی اب کسی نہ کسی حد تک یہ باتیں موجود ہیں یہ بیماری اس وجہ سے بھی بڑھتی جا رہی ہے کہ ہم نے یورپی اقوام کو ہر بات میں معیار سمجھ رکھا ہے۔ ہم اس احساس کمتری میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ یورپ کی بے انتہا مادی ترقی میں شاید فحاشی کو بھی دخل ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود یورپ بھی اس فحاشی سے سخت نالاں ہے اور وہ بھی کوئی سلامتی کی راہ تلاش کرنا چاہتا ہے۔ ہم مسلمان جو اس کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ یورپ کی ہر برائی کو تو اپنانے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس کی خوبیوں سے بالکل بے خبر ہیں۔

یقیناً یہ فرض اسلامی ممالک کی حکومتوں اور علماء پر عاید ہوتا ہے کہ وہ اس بڑھتی ہوئی بیماری کو روکیں اور اپنے اپنے ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے جلد سے جلد اقدام کریں اور اس طرح معاشرہ کو فحاشی کے گھن سے محفوظ کرنے کے لئے بھی منصوبہ بندیاں کریں اور ایسے تمام ادارے جو ثقافت وغیرہ کے پردے میں فحاشی کو ترویج دے رہے ہیں فوراً بند کئے جائیں۔ (۱)

(۲) بیماری کو بڑھانے میں سینما بینی کا بھی بڑا دخل ہے۔ چاہیئے کہ فلموں پر کڑی سنسر بٹھائی جائے اور صرف ایسی ڈاکومنٹری فلمیں دکھائی جائیں جو اسلامی کردار بنانے میں عوام کی رہنمائی کر سکیں۔ جب تک ہم اسلام کے طریق کار پر کاربند ہوں گے نہ تو ہم اپنی اصلاح کر سکتے ہیں اور نہ دنیا کے سامنے اسلام کا صحیح چہرہ پیش کر سکتے ہیں ۔

کالجوں کے طلبہ سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا خطاب

(بقیہ صفحہ اول)

کی بنیاد اینٹ پتھر اور چونے کی بنیاد سے بہت زیادہ اعزاز و اکرام کی مستحق ہے اور اس کے لئے خاص اہتمام اور فکر ضروری ہے پس آپ اپنے آپکو حقیر نہ سمجھیں بلکہ اپنی اور اس وقت کی قدر و قیمت کو پہچانیں۔ اگر آپ آئندہ زندگی کی بنیاد کو صحیح لائنوں پر استوار کریں گے اور پھر اسے مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جائیں گے تو پھر یاد رکھیں یہ بنیاد ایک طرف زمین کے پاتال تک اور دوسری طرف آسمان کی غیر محدود بلندیوں تک جا سکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ضرب اللّٰہ مثلاً کلمۃً طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلھا ثابتٌ و فرعھا فی السماء تؤتی اُکلھا کلّ حینٍ باذن ربّھا۔ یعنی نیک بات کی مثال اچھے درخت کی مانند ہے جسکی جڑیں تو زمین میں گڑی ہوتی ہیں لیکن اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ اور وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے تازہ بتازہ پھل دیتا رہتا ہے پس اگر آپ چاہیں تو آپ کی شاخیں آسمان میں جا کر فرشتوں سے باتیں کر سکتی ہیں اور اسی طرح آپ دنیا میں اپنے کارناموں سے تاریخ کا رُخ موڑ سکتے ہیں۔

حقیقی علم کا سرچشمہ

اسی ضمن میں حضور نے طلبہ کو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے کارناموں کو پڑھنے اور ان کی قائم کردہ روایات کو آگے بڑھانے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا۔ کہ تاج محل تو ایک عمارت ہے دنیا کے کونے کونے سے لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں۔ اگر آپ ان لائنوں پر کام کر کے آئندہ زندگی کی بنیاد ڈالیں گے تو آپ کے ذریعہ عقل و شعور اور عمل و کردار کی جو عمارت تعمیر ہو گی۔ وہ تاج محل سے بہت زیادہ بلند و بالا اور رفیع الشان ہو گی۔ جس اشتیاق سے لوگ تاج محل کو دیکھنے جاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ جوش اور اخلاص کے ساتھ وہ آپ کے پاس آئیں گے۔ اور بہت زیادہ تعداد میں آئیں گے۔ اصل چیز یہ ہے کہ آپ لوگ اسلام کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کریں۔ آپ اسلام سیکھیں۔ خدا تعالےٰ سے تعلق قائم کریں۔ اور پھر اس کے عطا کردہ علم کی مدد سے دنیا کے استاد بنیں۔ اگر اللہ تعالےٰ سے انسان کا تعلق قائم ہو جائے تو پھر اللہ تعالےٰ انسان کو وہ علم عطا کرتا ہے۔ کہ جس کے آگے دنیوی ذرائع سے حاصل ہونے والا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جس کو خدا تعالیٰ علم کی دولت سے مالا مال کر دے وہ مرجع خلائق بن جاتا ہے اور دنیا اس کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔

اس ضمن میں حضور نے تحدیث بالنعمت کے طور پر اپنے بعض واقعات بیان کئے اور بتایا کہ علم کا حقیقی سرچشمہ خدا تعالےٰ کی ذات ہے۔ حضور نے فرمایا پس میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اسلام سیکھیں، خدا تعالےٰ سے تعلق قائم کریں اور دنیا کے استاد بنیں۔

بعد ازاں حضور نے تمام طلبہ کو شرف مصافحہ بخشا ۔

سیرۃ صحابہؓ کا عظیم الشان جلسہ

(بقیہ صفحہ اول)

بعدہ مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب، مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل، مکرم مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی اور مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف نے علی الترتیب حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی سیرۃ اور کارناموں پر نہایت ایمان افروز تقاریر فرمائیں جو حاضرین نے گہرے جذبۂ عقیدت کے ساتھ پوری توجہ اور انہماک سے سنیں۔ جلسے میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کی ایک پرانی تقریر کا ریکارڈ بھی سنایا گیا جس سے حاضرین پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی۔ نیز مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال ثانی نے بھی صحابہ کی شان میں اپنی تازہ نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ بعد ازاں صاحب صدر کی ایمان افروز تقریر کے بعد جلسہ اجتماعی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔